فتوی کن کتابوں سے دینا صحیح نہیں

مفتی محمد رفیق الحسنی

علامہ شامی فتح القدیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: غیر مشہور کتابوں میں مذکور مسائل پر فتوی دینا جائز نہیں ہے۔ محقق ھبۃ اللہ البعلی نے شرح ''الاشباہ'' میں تحریر فرمایا کہ: ہمارے شیخ علامہ صالح جنینی نے فرمایا: نہایت مختصر لکھی گئی کتابوں سے فتوی دینا جائز نہیں ہے۔ جس طرح ''نھر الفائق ''عینی شرح ''کنز الدقائق ' 'اور''درمختار شرح تنویر الابصار ''مختصر کتابیں ہیں ۔اور ایسی کتابوں سے بھی فتوی دینا جائز نہیں ہے جن کے مؤلف کا تفصیلی علم نہ ہو جیسے۔۔۔۔مسکین کی ''شرح الکنز''اور قہستانی کی شرح''النقایہ''اور ایسی کتابوں سے فتوی دینا بھی جائز نہیں ہے جن میں اقوال ضعیفہ منقول ہوں جیسے زاہدی کی ''قنیۃ''۔

ان کتابوں سے اس وقت تک فتوی نہ دیا جائے جب تک اس کے راوی کا علم نہ ہو جس راوی سے اس کو روایت کیا گیا۔

صاحب الفتح فرماتے ہیں: حضرت ھبۃ اللہ بعلی فقہ میں علامہ مشہور ہیں اور اس قول کی ذمہ داری انہی پر ہے۔ یعنی مذکورہ تفصیل کی تعمیل ہونی چاہئے۔ (ردالمختار، مقدمہ)

فتوی دینے کا طریقہ:

(۱) اگر کسی مسئلہ میں ہمارے ائمہ کی روایات ظاہرہ میں اتفاق ہے تو قطعاً اسی پر فتوی دینا ضروری ہے اور جس مسئلہ میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اس میں فتوی کس کے قول پر دیا جائے؟۔ اس میں اختلاف ہے۔

''سراجیہ' اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ مطلقاً امام اعظم کے قول پر فتوی دیا جائے 'اگر امام سے روایت نہ ملے تو پھر امام ابو یوسف کے قول پر، پھر امام محمد کے قول پر، پھر امام زفر اور پھر حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جائے۔ مگر یہ ترتیب مفتی ناقل کے لئے ہے اور اگر مفتی مرتبہ اجتہاد پر فائز ہے تو وہ اس قول پر عمل کرے جس کی دلیل اس کے نزدیک قوی ہو۔

☆ اجتنب سوء الظن واطرح الاوھام والخیالات الفاسدۃ والافکار المریضۃ. ☆

اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے قول پر آپ کے تلامذہ کے قول کو بعض صورتوں میں ترجیح دی گئی ہے۔مثلاً: مشہور سترہ (۱۷) مسائل میں احناف نے امام زفر کے قول پر فتوی دیا اور امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوی نہیں دیا۔ کیونکہ امام زفر کے اقوال کے ادلہ قوی تھے۔لہذا مقلدین ناقل فتاوی مفتیوں کے لئے بھی دلائل میں نظر اور فکر کرنے والے مجتہدین کی اتباع کرنا ضروری ہے۔لہذا صرف ناقل مفتیوں کے لئے مذکورہ ترتیب ضروری نہیں رہتی۔

(۲) اگر کسی مسئلہ میں امام اعظم سے روایات مختلف ہیں یا امام اعظم اور آپ کے تلامذہ کی اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے تو پہلی صورت میں اس روایت پر فتوی دیا جائے جس کی دلیل قوی ہے۔دوسری صورت میں اگر متاخرین مشائخ علماء نے بالاتفاق قول کیا ہے تو اس پر فتوی دیا جائے۔اور اگر متاخرین میں بھی اختلاف ہے تو اکثر کا قول لیا جائے جن پر بڑے علماء نے اعتماد کیا ہے۔جس طرح امام ابوحفص،ابوجعفر،ابواللیث اور طحاوی وغیرہم۔

اگر اس مسئلہ میں متاخرین علماء کا قول نہیں ہے تو مفتی حسب استطاعت تدبر اور تفکر سے اس مسئلہ کا حل بیان کرے۔ بلا تدبر اور تفکر حکم کرنے سے اجتناب کرے۔اللہ تعالی کی خشیت دل میں رکھتے ہوئے فیصلہ کرے۔

(۳) اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں کو صحیح کہا گیا ہے تو فتوی اور قضاء کسی ایک قول پر جائز ہے۔مگر یہ تخییر اس وقت ہوگی جب دو قولوں سے کوئی ایک قول فقہ کی معتبر کتابوں کے متن میں نہ ہو۔اگر ایک قول متن میں ہے اور دوسرا شرح میں ہے اور دونوں کی تصحیح کی گئی تو متن میں موجود پر فتوی دیا جائے گا۔چنانچہ بیرمی اور بحرالرائق میں ہے: جب تصحیح اور فتوی مختلف ہوں،عمل اسی قول پر ہوگا جو متن کے موافق ہے۔اسی طرح اگر دو قولوں سے کسی ایک کی تصحیح نہیں کی گئی مگر ایک قول متن میں ہے اور دوسرا مخالف قول شرح میں ہے تو فتوی متن پر ہوگا۔اسی طرح اگر ایک قول شرح میں ہے اور دوسرا قول فتاوی میں ہے تو فتوی شرح پر دیا جائے گا کیونکہ متن شروح پر مقدم ہیں اور شروح فتاوی پر مقدم ہیں۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جب دونوں قول کی تصحیح صراحۃ مذکور ہو یا کسی کی تصحیح بھی صراحۃ مذکور نہ ہو اور اگر ایک قول کی تصحیح سے متن ساکت ہے اور دوسرے قول کی تصحیح صراحۃ ذکر کی گئی ہے تو فتوی اس قول پر ہوگا جس کی تصحیح صراحۃ کی گئی ہے کیونکہ متن کی تصحیح ضمنی التزامی ہوتی ہے،صریح تصحیح کا مقابل نہیں

ہو سکتی۔

اسی طرح یہ تفصیل اس وقت ہے جب تصحیح شدہ دونوں اقوال سے کوئی قول امام کا نہ ہو۔ اگر ایک قول امام کا ہے اور دوسرا قول کسی غیر کا ہے اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو امام کا قول مقدم ہوگا۔

فتاوی خیریہ باب الشہادات میں ہے: ہمارے نزدیک امام اعظم کے قول سے صاحبین یا کسی ایک یا غیر کے قول کی طرف عدول نہ کیا جائے۔ اگرچہ متاخرین کہیں کہ فتاوی دوسرے قول پر ہے مگر ضرورت کے وقت جس طرح مزارعہ کے مسئلہ میں ضرورت کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے۔

(۴) اسی طرح اگر دونوں اقوال کی تصحیح ہے مگر ایک قول کی تعلیل اور دلیل ذکر کی گئی ہے مگر دوسرے کی تعلیل ذکر نہیں کی گئی تو تخییر نہیں ہوگی بلکہ حکم معلل پر فتوی دیا جائے گا۔

(۵) اسی طرح اگر تصحیح شدہ دونوں اقوال سے ایک قیاس ہے اور دوسرا استحسان تو فتوی استحسان پر ہوگا مگر مخصوص متعدد مسائل میں جن کا کتب فقہ میں ذکر موجود ہے۔

(۶) اسی طرح اگر دونوں تصحیح شدہ اقوال میں سے ایک قول ظاہر الروایت سے ہے تو اس پر فتوی ہوگا۔

(۷) اسی طرح اگر دو اقوال صحیحہ سے ایک قول انفع للوقف ہے تو انفع پر فتوی دیا جائے گا۔ لہذا ان سات شرائط کے بعد ہی تخییر کا عمل جائز ہوگا کہ کسی ایک مصحح قول پر فتوی جائز ہو۔

حاصل کلام یہ ہے اگر دو اقوال سے ایک قول کا مرجح موجود ہے پھر مشائخ نے دونوں اقوال کی تصحیح ذکر کردی ہے مناسب یہ ہے کہ فتوی اس قول پر دیا جائے جس کا مرجح موجود ہو۔ (ردالمختار ص:۱/۱۷۳/۲، مکتبہ دار الباز)

نوٹ:۔

بعض علماء نے فرمایا: عبادات میں مطلقاً امام اعظم کے قول پر فتوی ہے، ذوی الارحام کے مسائل میں امام محمد کے قول پر فتوی ہے اور قضاء کے مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے۔ کیونکہ آپ قضاء کے منصب پر فائز تھے۔ آپ کو جو تجربہ حاصل تھا دوسروں کو نہیں تھا۔

امام بیرمی نے فرمایا: شہادات میں بھی امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جائے گا اور سترہ (۱۷) مسائل میں امام زفر کے قول پر فتوی ہوگا۔

☆تیقن ان الدنیا دار محن وبلاء ومنغصات وکدر فاقبلها علی حالها واستعن بالله. ☆

افتاء کی اصطلاحات (علامتیں)

وعلیہ الفتوی'وبہ فتی'وبہ ناخذ'وعلیہ الاعتماد'وعلیہ عمل الیوم'وعلیہ عمل الامۃ'وھو الصحیح 'او الاصح 'او الاظھر 'او الاشبہ'او الاوجہ'او المختار اوراس قسم کے الفاظ مثلاً:وبہ جری العرف'وھو المتعارف 'وبہ اخذ علماء نا. (درمختار وردالمحتار)

علامہ شیخ خیرالدین رملی نے اپنے فتاوی میں فرمایا:مذکورہ الفاظ میں بعض الفاظ بعض سے آکداوراقوی ہیں مگراقوی اورآکدکوغیراقوی اورغیرآکد پرترجیح اورتقدیم ہوگی یانہ؟اس میں اختلاف ہے۔

آپ نے فرمایا:فقہاء کے عرف میں الفتوی کالفظ الصحیح کےلفظ سے آکد ہے'اسی طرح الفتوی کالفظ الاصح اورالاشبہ وغیرھما سے آکد ہے۔اوربہ یفتی کالفظ الفتوی علیہ سے مؤکد ہےاورالاصح کالفظ الصحیح سے آکد ہےاورالاحوط کالفظ الاحتیاط سے آکد ہے۔

نوٹ:

(۱)حلبی کی شرح''منیہ''اوررسالہ''آداب المفتی''میں مذکورہ بحث کاخلاصہ یہ ہے کہ اگرایک قول کوصاحب کتاب نے''الصحیح''لکھااوراس کے مخالف کو''الاصح''لکھا'فتوی''الصحیح''پرہوگاکیونکہ''الصحیح''پردونوں اماموں کااتفاق ہےاور''اصح''پردونوں کااتفاق نہیں مگر''اصح''پرفتوی دینابھی جائز ہے۔

(۲)اگر''الصحیح''حصر کے ساتھ لکھاجائے مثلاً''ھو الصحیح''یعنی یہی صحیح ہےتودوسراقول ضعیف ہوگا۔ایسی صورت میں صرف''الصحیح''پرفتوی دیناجائز ہوگاکیونکہ ضعیف قول پرضرورت کے بغیرفتوی دیناخرق الاجماع ہے۔

(۳)اسی طرح اگرکسی قول کولکھاجائے''الماخوذ بہ''یا''بہ یفتی''یا''علیہ الفتوی''تواسی قول پرہی فتوی ہوگا۔کیونکہ مذکورہ الفاظ حصر پردلالت کررہے ہیں۔لہٰذا مخالف قول ضعیف غیرماخوذ اورغیرمفتی بہ ہوگا۔مرجوح اورضعیف قول پرفتوی دیناجہل ہے۔

(۴)اگرکسی قول کو''الاولی''یا''الاوفق''یا''الاحوط''کہاجائے تودوسراقول''غیراولی''یا''غیراوفق''یا''غیراحوط''ہوگا۔ایسے الفاظ میں دونوں اقوال پرفتوی دیناجائز ہوگامگرجس قول کے لئے الاولی لکھاگیاہےاس کواختیارکرنابہترہوگا۔

(۵) اگر صاحب ہدایہ نے کسی امام کے قول کو"ھو الصحیح"حصر کے ساتھ لکھا ہے اور اس کے مخالف قول کو"کافی النسفی"نے"ھو الصحیح"حصر کے ساتھ لکھا ہے۔ مفتی اگر اہل نظر وفکر سے ہے اس کے نزدیک ایک قول اقوی ہے یا علماء کی طرف کسی قول کے لئے صراحۃ ترجیح مذکور ہے، تو فتوی اقوی اور جس کو علماء نے ترجیح دی ہے اسی پر دیا جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہو مفتی کو اختیار ہے دونوں اقوال سے کسی ایک پر فتوی دے دے۔

حاصل کلام:

اگر کسی حکم پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے، قطعاً اسی پر فتوی دیا جائے گا اور اگر اس حکم میں اختلاف ہے، پھر دیکھنا ہوگا کہ مشائخ نے کسی ایک قول کی تصحیح ذکر کی ہے یا دونوں کی تصحیح ذکر کی ہے یا کسی ایک قول کی بھی تصحیح ذکر نہیں کی۔ اگر کسی ایک قول کے لئے"الصحیح"نہیں لکھا گیا تو مذکورہ ترتیب کہ پہلے امام اعظم کا قول اگر امام اعظم کا اس حکم میں قول نہ ہو تو امام زفر کا قول اگر امام ابو یوسف کا قول نہ ہو تو امام محمد کا قول اگر امام محمد کا قول نہ ہو تو امام زفر کا قول اگر امام زفر کا قول نہ ہو تو حسن بن زیاد کا قول لیا جائے گا، یا پھر قوت دلیل کا اعتبار ہوگا۔ اگر کسی ایک قول کی تصحیح کی گئی ہے اور لفظ"الاصح"کیساتھ ہے یا"الاولی"وغیرہ کے ساتھ تو دونوں پر فتوی دینا جائز ہے۔ اگر تصحیح کا لفظ"ھو الصحیح"کے ساتھ ہے تو صرف"الصحیح"پر فتوی دیا جائیگا۔

اگر دونوں اقوال کی تصحیح ہے مگر ایک قول کی تصحیح"افعل"اسم تفضیل کے ساتھ ہے، اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا:"الاصح"پر فتوی دیا جائے گا۔

فتاوی خیریہ میں یہی مذکور ہے اور بعض نے کہا"الصحیح"پر فتوی دیا جائے، جس طرح شرح منیہ میں ہے۔ اگر دونوں اقوال کی تصحیح لفظ"الصحیح"کے ساتھ ہے تو مفتی کو اختیار ہے جس قول کا اختیار کرے کرسکتا ہے۔

فتوی کے سلسلہ میں چند مفید ضوابط:

(۱) مفتی اور قاضی میں فرق نہیں ہے مگر مفتی حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی اس حکم پر عمل کراتا ہے۔

وضاحت:

مفتی اور قاضی میں اپنی ناجائز خواہش کے مطابق عمل اور حکم دینے میں تو فرق نہیں ہے بلکہ دونوں پر واجب ہے کہ ہر واقعہ میں راجح کو ترجیح دیں اور ناجائز خواہش کو ترک کر دیں اگرچہ مفتی صرف حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی خبر پر عمل بھی کراتا ہے۔ نیز مفتی کے لئے حکم کی تحقیق اور تفتیش واجب نہیں ہے اور قاضی کے لئے واجب ہے کہ گواہ اور اقرار اور حکم کے ثبوت کے تمام طرق پر عمل کرے۔

(۲) قاضی کا حکم اور مفتی کا فتوی مرجوح قول پر دینا جہل اور اجماع کے خلاف اور خرق اجماع ہے۔

وضاحت:

مرجوح قول پر فتوی دینا خرق اجماع ہے کیونکہ علماء کا اتفاق ہے ضعیف اور مرجوح قول پر لوگوں کو فتوی نہ دیا جائے۔

سوال: کیا مفتی یا قاضی کا مرجوح قول پر خود عمل کرنا جائز ہے؟

جواب: امام شافعی کے نزدیک مرجوح قول پر خود عمل کرنا جائز ہے مگر مرجوح قول پر قضاء اور فتوی دینا جائز نہیں۔ حنفی مذہب میں یہ ہے کہ مرجوح قول پر جس طرح فتوی اور قضاء جائز نہیں اسی طرح خود عمل کرنا بھی جائز نہیں۔

مگر بعض علماء علامہ بیری اور صاحب خزانہ نے تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر عامل صاحب رائے اور فکر ہے تو اس کے لئے ضعیف روایت پر عمل جائز ہے۔ اگر عام آدمی ہے تو اس کے لئے جائز نہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ضعیف قول پر فتوی اور قضاء کا عدم جواز اس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو اور مواضع ضرورت میں جائز ہے۔

فخر الائمہ سے معراج میں منقول ہے اگر حیض میں اقوال ضعیفہ میں سے کسی قول پر مفتی ضرورت یا آسانی طلب کرنے کے لئے فتوی دے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مسافر اور مہمان کے لئے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جائے کہ ''منی جب بغیر شہوۃ کے خارج ہو غسل واجب نہیں ہوتا'' تو جائز ہے کیونکہ یہ مواضع ضرورت سے ہے۔ (شامی' مقدمہ)

(۳) حکم ملفق بالاجماع باطل ہے۔

وضاحت:

اس حکم سے مراد وضعی حکم ہے۔جس طرح صحیح ہونا یا صحیح نہ ہونا فرض، واجب، حرام اور مکروہ مراد نہیں ہے۔مثال:

(۱) متوضی کا خون بہہ گیا۔حنفی مذہب پر اس کا وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعی کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا۔

(۲) اگر اس متوضی نے کسی خاتون کو چھوا تھا تو امام اعظم کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا اور امام شافعی کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔

اب اگر کوئی متوضی ایسی حالت میں دو نماز پڑھ لے اور اس کی ایک نماز کی صحت کا قول کیا جائے یعنی ایک امر میں امام شافعی اور دوسرے امر میں امام اعظم کے قول کو لے کر دوسری نماز کی صحت کا قول کرلیا جائے تو یہ قول باطل ہوگا۔لہذا ایسا فتوی نہ دیا جائے۔

(۴) عمل کے بعد تقلید سے رجوع بالاتفاق باطل ہے۔(مذہب میں یہی مختار ہے)

وضاحت:

علامہ شامی فرماتے ہیں: علامہ شرنبلالی نے عقد فرید میں فرمایا' اتفاق کا دعوی کرنا صحیح نہیں' کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور عمل کے بعد تقلید سے رجوع کے قائل علماء کی اتباع جائز ہے''۔

پھر آپ (شامی) نے لکھا: حاصل کلام یہ ہے کہ مذہب متعین کا التزام ضروری نہیں۔اپنے مذہب پر عمل کرنے کے بعد مقلد کو اپنے امام کے مخالف امام کے مذہب پر بعض شرائط کے بعد عمل کرنا جائز ہے۔دو واقعات میں. جن میں کسی ایک واقعہ کا دوسرے کے ساتھ تعلق نہ ہو اور دونوں واقعات متضاد ہوں' مختلف اقوال پر عمل کرنا جائز ہے۔ایک امام کی تقلید میں کیا گیا عمل دوسرے امام کی تقلید کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا' کیونکہ عامل کا کردہ عمل کو قائم رکھنا ایسا ہے جس طرح قاضی کا عمل کو باقی رکھنا ہوتا ہے۔لہذا عمل میں دوسرے امام کی تقلید جائز ہے۔مثال:

(۱) کسی شخص نے اپنے مذہب کے مطابق نماز پڑھی اور اسے گمان تھا کہ میرے مذہب پر نماز صحیح ہے۔بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس کے مذہب پر نماز باطل تھی اور دوسرے امام کے مذہب پر نماز صحیح ہے۔اس کے لئے دوسرے امام کی تقلید جائز ہے اور وہ نماز صحیح شمار کی جاسکتی ہے۔

(۲) اسی طرح بزازیہ میں مروی ہے امام ابو یوسف نے حمام سے غسل فرما کر جمعہ کی نماز پڑھ لی

پھر معلوم ہوا حمام کے کنویں میں مردہ چوہا موجود تھا۔آپ نے فرمایا:''ناخذبقول اخواننامن اهل المدينةاذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا''(ردالمحتار،ص:۱/۱۷۷، مکتبہ دارالباز)
''ہم اپنے مدنی بھائیوں (امام شافعی) کے قول کو لے لیتے ہیں کہ جب پانی دوقلتہ (مشکیزے) ہو وہ پانی نجس نہیں ہوتا۔''
یعنی نماز جمعہ صحیح ہے اور ہمارا وضو اور غسل امام شافعی کے مذہب پر صحیح ہے۔آج ہم (ابو یوسف) اس پر عمل کرتے ہیں۔

• معلوم ہوا دو اماموں کے مختلف اقوال پر اس وقت عمل کرنا جائز ہے، جب ایک امام کے مذہب پر عمل کرلیا گیا ہو اور وہ فاسد ہو جائے پھر دوسرے کے قول پر عمل کیا جائے اور اس عمل کے بطلان کا قول نہ کیا جائے۔

مگر درمختار اور علامہ ابن الہمام نے جو لکھا کہ عمل کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔اس سے مراد ایک ہی عمل میں دو اماموں کے مختلف قول پر عمل کرنا ہے جس کو تلفیق کہا جاتا ہے۔مثال:

(۱) ایک نماز میں سر کے مسح میں امام شافعی کی تقلید کرنا کہ صرف تین بالوں پر مسح کافی ہے اور کتے کی طہارت کا قول کرتے ہوئے اس کے منہ ڈالے پانی سے وضو کرنا امام مالک کی تقلید کرتے ہوئے نماز پڑھ لینا جائز نہیں ہے اور ایسی نماز باطل ہے۔

(۲) مجبور کیے گئے شوہر کی طلاق کے واقع ہونے کا حکم کرنا اور پھر حنفی مذہب پر عدت کے بعد بیوی کی بہن کے ساتھ نکاح کر لینا، کیونکہ حنفی فقہ کے مطابق مجبور کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔پھر فقہ شافعی والے سے فتوی لینا کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس کی بہن کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہے۔

اب امام شافعی کی اقتداء کا بہانہ کر کے پہلی بیوی کے ساتھ مباشرت جائز کہنا اور دونوں کو جمع رکھنا منع ہے۔

عمل کے بعد تقلید سے رجوع کا یا اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ معین عمل میں ایک امام کی تقلید کے بعد دوسرے امام کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔مثال:

سر کے چوتھے حصہ پر مسح کر کے وضو کیا اور حنفی فقہ پر عمل کرتے ہوئے نماز پڑھ لی پھر اسی نماز میں امام مالک کی اقتداء کرتے ہوئے یہ کہنا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے اور اس میں امام مالک کی اقتداء

کرتے ہوئے نماز کے باطل ہونے کا قول کر لینا جائز نہیں ہے۔

• اگرایک دن ایک امام کے مذہب پرعمل کرتا رہااورنمازیں پڑھتا رہااور دوسرے دن دوسرے امام کے مذہب کے مطابق نمازیں پڑھیں تو یہ جائز ہے۔(شامی)

اگر قاضی مجتہد اپنی رائے کے خلاف حکم کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں؟۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی کا اپنی رائے کے خلاف حکم نافذ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ نہیں ہوگا۔

وضاحت:

اگر مقلد قاضی اپنے امام کے مذہب کے خلاف کسی دوسرے امام کے قول پر حکم کرے تو نافذ نہیں ہوگا۔اس ضابطہ میں بھی اختلاف ہے۔

بحرالرائق میں ہے:اگر قاضی مقلد غیر کے مذہب یا ضعیف روایت یا ضعیف قول پر حکم کرے تو اس کی قضاء نافذ ہوگی۔

بزازیہ میں ہے:خود قاضی ایسے فیصلہ کو واپس لے سکتا ہے مگر دوسرا قاضی اس فیصلہ کو واپس نہیں لے سکتا۔

امام محمد سے اسی طرح مروی ہے اور ابویوسف سے روایت ہے:خود قاضی کے لئے بھی جائز نہیں کہ فیصلہ واپس لے۔

فتح القدیر اور ان کے تلمیذ علامہ قاسم فرماتے ہیں:مقلد قاضی کی قضاء اپنے مذہب کے خلاف نافذ نہیں ہوگی۔

نہر الفائق میں ہے:اس پر اعتماد کیا جائے جب صاحبین کے نزدیک مجتہد کی قضاء اپنی رائے کے خلاف نافذ نہیں ہوتی تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہیں ہوگی۔

• اگر سلطان اور حکومت کا سربراہ قاضی کو اقوال ضعیفہ پر فیصلہ کرنے سے منع کردے اگرچہ اقوال ضعیفہ قاضی کے مذہب میں ہوں تو قضاء نافذ نہیں ہوتی تو اپنے مذہب کے خلاف قاضی کی قضا کس طرح نافذ ہوسکتی ہے؟یعنی اگر حکومت کا سربراہ منع کردے تو قاضی مقلد دوسرے ائمہ کی روایات پر فیصلہ نہیں کرسکتا اور اگر فیصلہ کردیا تو نافذ نہیں ہوگا اس فیصلہ کو توڑ دیا جائے گا۔

☆لا تجالس البغضاء والثقلاء والحسدة فانهم حمى الروح وهم رسل الكدر وحمل الاحزان.☆

سلطان کے حکم کی وجہ سے حکم کے عدم نفاذ کی بنیاد ہمارے علماء کا یہ قول ہے کہ قضاء کی تولیت زمان ؤمکان اور شخص کے ساتھ مخصوص کی جاسکتی ہے' مگر حکومت کا سربراہ اور صدر' قضاء کو مخصوص زمانہ یا مخصوص مکان یا مخصوص جماعت خاص کردے تو قضاء مخصوص ہوجائے گی' کیونکہ قاضی سلطان کا نائب ہے اگر سلطان قاضی کو بعض مسائل کی سماعت سے منع کرے تو قاضی کا حکم ان مسائل میں نافذ نہیں ہوگا۔ مثال:

ایک حادثہ کو اگر پندرہ سال گزر گئے اور کوئی شرعی مانع نہیں تھا' مدعی علیہ منکر ہے۔ سلطان نے قاضی کو سماعت سے منع کردیا تو قاضی سماعت نہیں کرسکتا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں' حموی نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے زمانے کے سلاطین کی عادت تھی جب کسی آدمی کو قاضی مقرر کرتے ہیں اس پر سلطان کا قانون پیش کیا جاتا ہے اور قاضی کو اس قانون کی اتباع کے لئے حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"مبنی ذالک علی ماقالوا ان تولیۃ القضاء تتخصص بالزمان والمکان والشخص فلولاہ السلطان القضاء فی زمان مخصوص اومکان مخصوص اوعلی جماعۃ مخصوصین تعین ذالک لانہ نائب عنہ ولونہاہ عن سماع بعض المسائل لم ینفذ حکمہ فیہا کمااذا نہاہ عن سماع حادثۃ مضی علیہا خمس عشرسنۃ بلامانع شرعی والخصم منکر وقدذکر الحموی فی حاشیۃ الاشباہ ان عادۃ سلاطین زماننا اذا تولی احدھم عرض علیہ قانون من قبلہ وامرباتباعہ. (ردالمحتار' ص:۱/۱۷۸' مکتبہ دارالباز)

"اس قول کی بنیاد علماء کا وہ قول ہے جو انہوں نے فرمایا قضاء کی تولیت زمان مکان اور شخص کے ساتھ خاص کی جاسکتی ہے۔ اگر قاضی کو سلطان نے قضاء کا منصب مخصوص زمانہ کے لئے یا مخصوص مکان یا علاقہ کے لئے یا مخصوص جماعت کے افراد کے لئے تفویض کیا تو متعین ہوجائے گا' کیونکہ قاضی سلطان کا نائب ہے اور اگر سلطان نے قاضی کو بعض مسائل کی سماعت سے منع کردیا تو قاضی کا حکم اس مسئلہ میں نافذ نہیں ہوگا۔ مثال:

سلطان نے قاضی کو ایسے حادثہ کی سماعت سے منع کردیا جس پر بلا مانع شرعی پندرہ (۱۵) سال گزر گئے تھے اور مدعی علیہ منکر تھا' قاضی اس مسئلہ کی سماعت نہیں کرسکتا۔

☆حافظ علی تکبیر ۃالاحرام جماعۃ وأکثر المکث فی المسجد وعود نفسک المبادرۃ للصلاۃ تجد السرور.☆

علامہ حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں ذکر کیا کہ ہمارے زمانہ کے حکمران اور سلاطین جب کسی آدمی کو قضاء کے منصب پر مقرر کرتے ہیں ان پر سلطان کی طرف سے قانون پیش کیا جاتا ہے اور اس قانون کی اتباع کے لئے قاضی کو حکم دیا جاتا ہے۔ لہٰذا قاضی سلطان کی جانب سے ذکر کردہ شرائط سے تجاوز کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔'' (واللہ تعالیٰ اعلم)

• معلوم ہوا اگر کسی اسلامی ملک کا سربراہ کسی آدمی کو قاضی اور جج مقرر کرے اور اسے خاص مسائل کی سماعت کا اختیار تفویض کرے تو قاضی کو انہی مسائل کی سماعت کا اختیار رہوگا۔ قاضی اور جج کسی دوسرے مسئلہ کی سماعت کا مجاز نہیں ہوگا اور جج اپنے دائرہ کار سے خارج مسائل کے فیصلے نہیں کر سکے گا۔ مثال: پاکستان رویت ہلال کمیٹی کے چیئر مین کو حکومت نے رویت کے فیصلہ کا اختیار دیا ہے۔ کسی دوسرے مسئلہ کی قضاء کے لئے چیئر مین کو اختیار نہیں دیا گیا اور اسی طرح چیئر مین کے علاوہ کسی دوسرے جج خواہ سپریم کورٹ کا جج ہو یا ہائی کورٹ کا یا پرائیویٹ قاضی یا مفتی ہو اس کو رویت ہلال کے فیصلہ سے منع کیا گیا ہے۔ مگر رویت کے علاوہ دیگر امور میں فیصلہ دینے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے پرائیوٹ رویت ہلال کمیٹیوں اور دیگر عدالتوں کے ججز کو رویت ہلال کی نہ سماعت کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کا فیصلہ نافذ ہوگا۔

نیز ایک ملک کی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ دوسرے ممالک پر نافذ نہیں ہوگا' کیونکہ ہر ملک کی کمیٹی کے اختیارات صرف اپنے ملک کے لئے نافذ ہوں گے۔

• اگر تمام ممالک متحدہ کمیٹی بنادیں جس کے چیئرمین کے فیصلہ کو تمام ممالک تسلیم کریں تو بین الاقوامی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ سب ملکوں پر نافذ ہوگا' بشرطیکہ یہ طے ہو جائے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو۔

سعودیہ کے قاضی کا رویت کے سلسلہ میں فیصلہ پاکستان میں کیوں نافذ نہیں کیا جاتا؟

اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ سعودی عرب کے قاضی کا رویت کے سلسلہ میں فیصلہ پاکستان میں کیوں نافذ نہیں کیا جاتا؟۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہر ملک کے قاضی کے فیصلہ کی حدود اس ملک کی سرحدات تک ہوتی ہیں' ہر قاضی کو اپنے اپنے ملک کے لئے فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہوتا ہے۔ اس پر قاضی صاحب کا فیصلہ اپنے ملک میں نافذ ہوگا دوسرے ملک میں نافذ نہیں ہوگا۔

• ہمارے استاذ جامع معقول اور منقول علامہ عطامحمد بندیالوی رحمہ اللہ الباری فرمایا کرتے تھے: رویت کاتعلق ان مسائل سے ہے جن کا نفاذ جملہ اسلامی ریاستوں پر ہوسکتا ہے جبکہ مطالع کا اختلاف معتبر نہ ہوتو کسی ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے ملک پر نافذ ہوسکتا ہے۔

نوٹ: بعض مضامین میں طباعت/کمپوزنگ کی غلطیاں رہ جاتی ہیں، ان اغلاط کو صاحبِ مضمون سے منسوب کرنا، اور یہ خیال کرنا کہ صاحب مضمون نے یونہی لکھا ہوگا نہایت نامناسب ہے۔ اغلاط کو ہماری طرف منسوب کرکے مضامین کا مطالعہ فرمائیں اصحابِ مقالات کے بارے میں حسن ظن رکھیں الا یہ کہ نفس مضمون میں کوئی اختلاف بات ہو جس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ زوال کی جانب

از رضی الدین سید

امریکہ کے خلاف عالمی نفرت، خاندانی نظام کی تباہی و بربادی، شرح پیدائش میں خطرناک حد تک کمی، امریکی معیشت کا زوال، سیکوریٹی کی بدترین کیفیت، امریکی انٹیلی جینس ڈائیریکٹر کا فکر انگیز تجزیہ

یہودی سازشیں......

دیگر اہم عنوانات

کتاب ملنے کا پتہ

مکتبہ معارف اسلامی منصورہ ملتان روڈ لاہور